رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح۔ مستورات کی دینی ضروریات کا انتظام ۔ ۱-۲
جناب مولوی محمد احسن صاحب امروہی اور اخبار پیغام صلح لاہوری ۔ ۳-۴-۵-۶ بقیہ ۱۱-۱۲
الوہیت مسیح ۔ ۷-۸-۹
کیا واقعی غم کوئی چیز نہیں؟ ۱۰-۱۱
کیا مولوی محمد احسن صاحب پیغامیوں کے ساتھ ہیں؟ مسافر آگرہ کو خیال رہے۔ اشتہار ۔ صہ ۱۲

جلد ۴ | مورخہ ۲۶ ۔ اگست سنہ ۱۹۱۶ء | بروز شنبہ | مطابق ۲۵ شوال سنہ ۱۳۳۴ ھجری | نمبر ۱۵

مدینۃ المسیح

گذشتہ سال کسی نے یہاں کی ڈھاب میں جو بالکل آبادی کے متصل ہے۔ ایک قسم کی بوٹی کے دو تین پودے لاکر ڈالدیئے تھے جو موسم برسات میں اسقدر بڑھی۔ کہ بہت ہی جلدی تمام سطح آب پر محیط ہوگئی۔ اور جب ڈھاب خشک ہوئی۔ تو وہ بھی گل سڑ گئی۔ لیکن اب کے موسم برشگال میں پھر اسی کثرت سے بڑھنا شروع ہوگئی۔ اس سال جب موسمی بخار نے بے تحاشا زور دیا۔ تو ڈاکٹروں نے اسی بوٹی کے وجود کو اسکا باعث ٹھہرایا۔ اسلئے اسے ڈھاب سے نکال پھینکنے کی کوشش کیجارہی ہے۔ اور کسیقدر حصہ ڈھاب سے نکل بھی چکی ہے لیکن مشکل ہے کہ جبتک اسکا نام و نشان بالکل نہ اڑا دیا جائیگا۔ اسوقت تک نابود نہ ہوسکیگی کیونکہ جلدی یہ بوٹی پھیلتی ہے اور کوئی کم ہی پھیلتی ہوگی +

مستورات کی دینی ضروریات کا انتظام

برادران! السلام علیکم۔ جسطرح قرآن کریم اس بات کو واضح اور روشن کرتا ہے۔ کہ بنی نوع انسان کا ایک معزز اور ضروری حصہ عورتیں بھی ہیں۔ اور کسی مذہب میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر ایک مذہب نے عورتوں کے متعلق کچھ ہدایات دی ہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب کی وہ ہدایات ناکمل ہیں۔ اور اس زمانہ کی ضرورت کو ہرگز پورا کرنے والی نہیں۔ اور نہ ان سے عورتوں کو وہ تمام حقوق میسر آتے ہیں۔ جو ان کا جائز حق ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ مختلف مذاہب میں سے ایک گروہ نے اس نقص کو محسوس کرکے اپنے پاس سے اس قسم کے قواعد بنانے شروع کئے ہیں۔ کہ جن سے عورتوں کے حقوق محفوظ ہوسکیں۔ اور وہ بھی بنی آدم کا جزو ضروری قرار پاسکیں۔ لیکن ان لوگوں نے اپنے آپ کو منصف اور بے لاگ ثابت کرنے کے جوش میں بجائے اصلاح کے اور مفاسد برپا کردئے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے بجائے عورتوں کے انکے جائز حقوق دلانے کے۔ جوش میں مردوں کے جائز حقوق بھی چھینکر عورتوں کو دلانے شروع کردئے ہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ جسطرح پہلے قواعد دنیا کی اصلاح نہ کرسکے۔ اسی طرح یہ نئے قواعد بھی کسی طرح دنیا کی اصلاح نہیں کرسکتے۔ بلکہ اگر ان پر زور دیا جاتا رہا تو ایک زمانہ آئیگا۔ کہ جسطرح اب عورتیں مظلوم نظر آتی ہیں۔ اس وقت مرد

مظلوم نظر آئیں گے۔ اور ترازو کے دونوں پلڑے کبھی برابر نہ ہوسکیں گے ٭

اگر اسلام کے احکام پر عمل کیا جائے۔ تو یہ تمام مشکل رفع ہوجاتی ہے۔ اور عورت و مرد دونوں اپنے جائز حقوق کو حاصل کرلیتے ہیں ٭

لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ اسلام کے بتلائے ہوئے قواعد سے غیر تو غیر خود اکثر اہل اسلام ناواقف ہوگئے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں اس آرام سے محروم ہوگئے ہیں۔ جو عورت و مرد کے مناسب تعلقات سے انسان کو حاصل ہوتا ہے ٭

اس بےعلمی کو دور کرنے کے لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ جسطرح مردوں کی دینی ضروریات پورا کرنے کے لئے الفضل میں انتظام کیا گیا ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لئے بھی انتظام کیا جائے۔ لیکن چونکہ موجودہ صفحات اخبار اس امر کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ کچھ صفحات بطور ضمیمہ اخبار کے ساتھ اور بڑھا دئے جائیں۔ اور یہ صفحات بجائے ہر اخبار کے ساتھ شائع ہونے کے ماہوار شائع ہوجایا کریں۔ تاکہ ایک دفعہ بہت سے مضامین نکل جائیں۔ اور ناظرات اخبار کو ان کے سنبھالنے میں دقت نہ ہو ٭

اس وقت اس اخبار کی ضرورت ہمیں اس لئے معلوم ہوئی۔ کہ رسالہ خاتون جو شیخ صاحب نے نکالا ہے۔ بعض مجبوریوں کی وجہ سے معرض التوا میں ہے۔ اور سردست ہمارا یہی ارادہ ہے۔ کہ جب تک وہ رسالہ پوری باقاعدگی کے ساتھ نہ نکلنے لگے۔ اس سلسلہ کو جاری رکھا جائے۔ اور جب وہ باقاعدہ ہوجائے۔ تو اس سلسلہ کو بند کردیا جائے۔ و مگر اسی وقت جبکہ خریداروں کی وصول شدہ قیمت کے مطابق ان کو رسالہ بہم پہونچا دیا جائے۔ یہ ہمارا ہرگز منشاء نہیں۔ کہ بلا ادائگی حقوق خریداران ضمیمہ بند کردیا جائے) کیونکہ غالباً اس وقت ضمیمہ کی ضرورت باقی نہ رہیگی۔ الا ماشاء اللہ وھو یعلم الغیب ٭

علاوہ ان حقوق و فرائض سے آگاہ کرنے کے جو عورت پر مرد یا مرد پر عورت کے متعلق شریعت نے مقرر کئے ہیں۔ ہمارا یہ بھی ارادہ ہے۔ کہ مفصلہ ذیل امور کے متعلق بھی اس ضمیمہ میں مضامین لکھے جائیں ٭

۱۔ مسائل دینیہ کے متعلق جو خواہ عقاید کے متعلق ہوں۔ خواہ اعمال کے متعلق ٭

۲۔ تعلیم دنیاوی کے متعلق ٭

۳۔ تمدن کے متعلق ٭

۴۔ امور خانہ داری کے متعلق ٭

۵۔ مرد و عورت کے تعلقات کے متعلق ٭

۶۔ حفظ صحت کے قواعد کے متعلق ٭

۷۔ عورتوں میں احساسات مذہبی پیدا کرنے کے لئے ٭

۸۔ تربیت اطفال کے متعلق ٭

۹۔ حفاظت اطفال کے متعلق ٭

۱۰۔ اخلاق حسنہ و ذمیمہ کے متعلق ٭

اور ہم اللہ تعالے سے امید رکھتے ہیں۔ کہ یہ سلسلہ مضامین اپنے رنگ میں بالکل نرالا ہوگا۔ اور اس کے فضل سے عورتوں کے لئے ہی نہیں۔ بلکہ مردوں کے لئے بھی انشاءاللہ مفید ثابت ہوگا۔

اس ضمیمہ کا حجم ۲۰ صفحہ اخبار الفضل کے برابر ہوگا۔ قیمت خریداران الفضل سے ۸؍ سالانہ۔ اور دیگر خریداران سے ۱۲؍ سالانہ لی جائے گی۔ خریداران اخبار الفضل کی ذیل میں ان کی بیویاں بھی شامل ہونگی۔ یعنی اگر وہ اس ضمیمہ کو خریدنا چاہیں گی۔ تو ان سے بجائے ۱۲؍ کے ۸؍ قیمت کے لئے جاویں گے۔ خریداران الفضل درخواست بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری تحریر فرما دیں ٭

اس ضمیمہ کے ذریعہ سے عورتوں میں مضمون نویسی کی عادت ڈالنے کی کوشش بھی کی جائے گی۔ جس کے لئے اللہ تعالے نے ہم کو ایک مفید تجویز سمجھائی ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں۔ کہ اگر اس پر عمل کرنے کی عورتوں نے کوشش کی۔ تو بہت جلد بہت سی عورتوں میں مضمون نویسی کا ملکہ پیدا ہوجائیگا۔ چونکہ کسی جماعت کی ترقی میں عورتوں کا بھی بہت کچھ دخل ہوتا ہے۔ اور ہماری جماعت کی عورتیں ابھی بہت پیچھے ہیں۔ اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ عورتوں کے علاوہ مرد بھی اس ضمیمہ کی خریداری کے لئے خاص طور پر کوشش کریں گے۔ پہلا ضمیمہ نمونہ کے طور پر الفضل کے ساتھ بلا امتیاز خریدار و غیر خریدار شائع ہوگا۔

اور ہم امید کرتے ہیں۔ کہ خریداران الفضل اسے کثرت سے عورتوں اور مردوں میں پھیلا کر اس کے خریدار پیدا کرنے کی کوشش کریں گے ٭

چونکہ اس ضمیمہ کے متعلق عورتوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے ہمیں اس کی ظاہر خوبصورتی کے لئے بھی انتظام کرنا پڑے گا۔ اس لئے اگر کوئی صاحب حیثیت خریدار اگر قیمت سے کچھ زائد بھی دینا چاہیں۔ تو خوشی سے قبول کیا جاوے گا۔ خریداروں کی درخواستیں بہت جلد مینیجر الفضل کے نام آنی چاہئیں۔ قیمت بہرحال پیشگی لی جائے گی۔ ہاں خریداروں کی آسانی کے لئے یہ قاعدہ رکھا گیا ہے کہ جو خریدار چاہے۔ قیمت سالانہ بجائے یکمشت ادا کرنے کے دو قسطوں میں ادا کردے ٭

خاکسار ایڈیٹر الفضل حسب ہدایات مالکانِ الفضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - ۲۶ر اگست ۱۹۱۶ء

جناب مولوی محمد احسن صاحب امروہی اور اخبار پیغام صلح لاہوری

(نمبر ۳)

۸- اگست ۱۹۱۶ء کے الفضل میں جو اخبار پیغام کے اس الزام کی حقیقت کھولی گئی تھی۔ جو اس کے ایڈیٹر نے اپنی منافقانہ چال سے جناب مولوی محمد احسن صاحب پر ۲ر جولائی ۱۹۱۶ء کے پرچہ میں لگایا تھا۔ اس پر ایڈیٹر مذکور نے ۱۰- اگست کے پرچہ پیغام میں بہت کچھ غم و غصہ ظاہر کیا ہے کہ کیوں اس کے جھوٹے الزام کو جو اس نے جناب موصوف پر منافقانہ رنگ میں قائم کیا تھا۔ طشت از بام کیا گیا۔ جس سے اس کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ گیا۔

چونکہ ایڈیٹر پیغام نے اس ۱۰- اگست کے پرچہ میں اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ جو ہم نے اس کے الزام کے جواب میں ۸- اگست کے الفضل میں ظاہر کی تھی۔ اسلئے پیشتر اس کے کہ اس کے ان مغالطوں کی تردید کی جائے۔ جو اس نے ۱۰- اگست کے پیغام میں دیئے جا رہے ہیں۔ ہم اس حقیقت کی طرف مکرر اشارہ کر دیتے ہیں جسے چھپانے کے لئے ایڈیٹر مذکور نے ان نئے مغالطوں کی بنیاد ڈالی ہے اور عمداً خلق خدا کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔

ایڈیٹر پیغام نے ۲ر جولائی ۱۹۱۶ء کے پرچہ میں صاف اور کھلے الفاظ میں جناب مولوی امروہی صاحب پر یہ الزام لگایا تھا۔ کہ آپ کو ایک عرصہ دراز تک اپنے اصلی عقائد کے اظہار کی جرأت نہ ہوئی۔ جیسا کہ اس کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ:-

"ہمیں خوشی ہے کہ بالآخر اللہ تعالےٰ نے حضرت مولوی محمد احسن صاحب جیسے بزرگ انسان کو ان مسائل پر لکھنے اور صحیح عقائد کے اظہار کی جرأت اور توفیق عطا فرمائی"

جس کی تردید ہم نے ۸- اگست کے الفضل میں جناب مولوی صاحب کے اپنے اقوال سے ثابت کیا تھا کہ نہ تو آپ پر عدم جرأت کا حملہ بجا ہے۔ اور نہ صحیح عقائد کو ظاہر نہ کرنے کا الزام درست۔ چنانچہ امر اول کے متعلق ہم نے جناب موصوف کی ایک ایسی تحریر پیش کی تھی جس سے صاف طور پر پایا جاتا ہے۔ کہ آپ کی جرأت حد افراط کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس لئے آپ پر عدم جرأت کا الزام کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرے اتہام کے جواب میں ہم نے جناب موصوف کی طرف سے آئے ہوئے ایک خط کا عکس دیا تھا۔ جو آپ کی طرف سے آپ کے برخوردار میاں یعقوب نے سیدنا حضرت خلیفۃ ثانی فضل عمر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ہم اس جگہ مکرر اس خط کے بعض حصے نقل کر دیتے ہیں۔ تاکہ اس کے متعلق ایڈیٹر پیغام نے جو یاوہ گوئی کی ہے۔ اس کی اصلیت معزز ناظرین پر اچھی طرح سے کھل جائے۔ وہی ہذہ

"مرحمت نامہ نے صدور فرما کر اعزاز دارین بخشا رسالہ انہ لقول فصل وما ھو بالھزل کو خاکسار نے جناب والد صاحب کو سنایا۔ دعاوی صادقہ اور مصدوقہ سنکر ایسے خوش ہوئے کہ عوارض لاحقہ متعلقہ پیری و دیگر امراض کو فراموش کر دیا۔ اور یہ کہنے لگے کہ الحمد للہ میں نے وہ وقت پا لیا۔ کہ جس کا میں سالہا سال سے منتظر تھا۔ . . . یہاں پر آل فرعون لاہوریوں کی نسبت جناب والد صاحب کی طرف سے لکھتا ہوں خارجاً معلوم ہوا۔ کہ اس رسالہ الفصل کو ایک شیطان نے یہ کہا کہ مصنف رسالہ شریر ہے کذاب ہے۔ چالباز ہے۔ میں سارے پردے اس کے کھولوں گا۔ یہ قول تو اس کا ایک ادنیٰ ہے اس کا تو وہی حال ہے جو فرعون کا تھا۔ و قال فرعون ذرونی اقتل موسیٰ ولیدع ربہ انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظھر فی الارض الفساد ما اریکم الا ما اریٰ وما اھدیکم الا سبیل الرشاد انشاء اللہ تعالےٰ۔ اگر بالآخر توبہ نہ کی۔ تو غرق طوفان ضلالت میں ہو جاویگا۔ آمین"

اس مختصر ذکر کے بعد ہم پیغامی مغالطوں کی اصلیت ظاہر کرتے ہیں۔ ایڈیٹر پیغام نے ۱۰- اگست کے پرچہ میں ایک طرف تو جناب مولوی صاحب پر اپنے اسی الزام کو مستحکم کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو اس نے ۲ر جولائی کے پرچہ میں آپ پر لگایا تھا۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کیا ہے۔ کہ اس نے جناب مولوی صاحب پر ایسا کوئی الزام نہیں لگایا۔ اور نہ ہی اسکے فقرہ (ہمیں خوشی ہے کہ بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی محمد احسن صاحب جیسے بزرگ انسان کو ان مسائل پر لکھنے اور صحیح عقائد کے اظہار کی جرأت توفیق عطا فرمائی) کا یہ مدعا یا مفہوم ہے۔ گویا الفضل میں خلاف واقعہ اسے انکی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ اس فقرہ میں سے آپ پر الزام نہیں ظاہر ہوتا۔ اس نے یہ ثبوت پیش کیا ہے۔ کہ اگر اس میں آپ پر کوئی حملہ کیا گیا ہوتا۔ تو ضرور تھا مولوی صاحب اس پر اعتراض کرتے۔ سو چونکہ آپ نے اس وقت تک اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس میں آپ پر کوئی حملہ نہیں کیا گیا۔

ہم اس کے متعلق صرف اسقدر کہدینا کافی سمجھتے ہیں کہ اگر جناب مولوی صاحب پر اخبار پیغام کا یہ پہلا حملہ ہوتا اور اس سے پہلے اس نے آپ پر کبھی کوئی حملہ نہ کیا ہوتا یا آج تک اخبار مذکور میں جناب کی ذات پر جسقدر حملے کئے گئے۔ ان سب کا جناب موصوف نے فرداً فرداً دفاع کیا ہوتا۔ تو ممکن تھا کہ اسکی اس چالبازی اور فریب دہی کی حقیقت آشکارا کرنے کے لئے کسی لمبی چوڑی تحقیق و تدقیق کی ضرورت پیش آتی۔ لیکن جب یہ اس کا پہلا حملہ نہیں۔ بلکہ اس سے قبل وہ کئی حملے آپ پر کر چکا ہے۔ اور کبھی بھی آپ نے اس کے کسی ہزیان کی طرف توجہ نہیں کی۔ تو اب یہ ناہنجار ایڈیٹر اس بارہ میں آپکی خاموشی کو اپنے مدعائے باطل کے ثبوت میں کیونکر پیش کر سکتا ہے۔ کیا پیغام کے گذشتہ سالوں

کے قائل ایسات کے گواہ نہیں ہیں کہ وہ ہمیشہ سے آپ پر ناپاک اور ناروا حملے کرنے کا عادی ہے۔ اور کہ اس کی موجودہ چاپلوسیاں محض منافقانہ اور سراسر دھوکہ اور فریب پر مبنی ہیں۔ ہم اسجگہ نمونہ کے طور پر اس کے صرف ایک حملہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جو اس نے آج سے دو سال پہلے جناب مولوی صاحب پر کیا تھا۔ اور جس سے اس امر کا صحیح طور پر پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ جناب مولوی صاحب کی نسبت پیغامیوں کے دل میں حقیقی طور پر عزت و عظمت اور احترام ہے۔ یا یہ سب ظاہر داریاں نفاق پر مبنی ہیں۔ اور فی الحقیقت ان کے دلوں میں آپکی تحقیر اور بغض وعداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے وہ حملہ یہ ہے۔ کہ پیغام کی جلد اول کے نمبر ۱۴۸ میں صہ۳ پر حضرت اقدس کے الہام "سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا۔ سب مولوی ننگے ہو جائینگے" کو بطور عنوان جلی قلم سے لکھ کر اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ:۔

"یہ الہام جسطرح ہمارے مولویوں کی حالت زار پر صادق آرہا ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اللہ تعالےٰ روز بروز ایسے سامان پیدا کر رہا، جس سے ان مولویوں کا ننگا پن بالکل آشکارا ہو رہا ہے۔ اس وقت تک سلسلہ احمدیہ میں سب سے بڑے مولوی جناب مولوی محمد احسن صاحب ہیں۔ ان سے جب ایک امر کے متعلق حال ہی میں قادیان میں مشورہ طلب ہوا۔ تو آپنے فرمایا "جامہ ندارم دامن از کجا آرم" جو بعینہٖ مندرجہ بالا الہام کی صداقت پر دال ہے"

حالانکہ اس الہام کا دوسرا فقرہ (سب مولوی ننگے ہو جائینگے) صاف بتا رہا ہے۔ کہ اس کا تعلق احمدی سلسلہ کے علماء کے ساتھ نہیں ہے۔ بلکہ یہ غیر احمدی مولویوں کے متعلق ہے۔ اور اگر بالفرض اسے سلسلہ احمدیہ کے مولویوں پر ہی لگایا جاوے۔ جیساکہ پیغام میں ظاہر کیا گیا ہے۔ تو اس صورت میں بجز اس کے کہ جناب مولوی محمد احسن صاحب پر یہ چسپاں ہو۔ سب سے پہلے اسکے مصداق وہ مولوی صاحب ثابت ہوں گے۔ جن کا ارتداد بیّن طور پر حضرت اقدس کے ایک مکاشفہ سے ثابت شدہ ہے۔ جسکے اصل الفاظ یہ ہیں :۔

"مولوی محمد علی صاحب کو کہا۔ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ"

ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ مذکورہ صدر الہام کا پہلا فقرہ (سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا) کسی ایسے ہی مولوی کے متعلق ہے۔ جو حضرت اقدس کے الہامات کا مکذب تو نہ ہو۔ بلکہ مصدق ہو۔ لیکن وہ کسی ابتلاء میں آکر ان الہامات کو قبول کرنے میں کچا ثابت ہو۔ اور عملی طور پر انہیں ہیچ قرار دینے لگے۔ اور اس لحاظ سے وہ بھی گویا الٰہی منکرین کے زمرہ میں داخل ہوگا۔ جو اس الہام کے فقرہ اول کے مصداق ہیں ؎

پس پیغام نے جناب مولوی محمد احسن صاحب کو محض اس وجہ سے کہ بقول اسکے کہ آپنے کسی موقع پر کہا کہ جامہ ندارم دامن از کجا آرم۔ اس الہام کا مصداق قرار دے کر ظاہر کر دیا کہ فی الواقعہ پیغامیوں کی نظروں میں جناب مولوی صاحب کی کیا حیثیت اور کیا عزت ہے، معلوم ہوتا ہے کہ پیغام کے ایڈیٹر نے اسی شرارت کو دل میں رکھ کر ۲ر جولائی ۱۹۱۶ء کے پرچہ میں آپ پر نفاق کا الزام لگایا تھا ؎

اگر ایڈیٹر مذکور جناب مولوی صاحب پر آج وہ حملہ کرتا جو آج سے دو برس پہلے جناب موصوف پر اخبار پیغام میں کیا گیا تھا تو اس کا دفعیہ نہایت مشکل بلکہ محال ہوتا۔ کیونکہ اب اس وقت بقضاء الٰہی جناب مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کا درجہ ضعیف حدیث سے بھی گھٹا کر گویا انہیں رد کر چکے ہیں۔ جیساکہ آپکے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ :۔

"میرے نزدیک حدیث ضعیف بھی اقوال والہامات سے مقدم ہے۔ بشرطیکہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے مخالف نہو۔ یہ مذہب میرا اس لئے ہے کہ اول تو سلسلہ احمدیہ کے ثبوت حقیت کا مدار احادیث سے ہی ہوا ہے۔ اور قرآن مجید سے تو صرف استنباطات ہوئے ہیں نص کوئی موجود نہیں ہے"

(دیکھو اشتہار ضروری ملحق بہ رسالہ القول المجید)

اب اگر ایک طرف جناب مولوی صاحب کے ان مذکورہ بالا الفاظ کو دیکھا جائے۔ اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد موکد بقسم کو پیش نظر رکھا جائے کہ :۔

"ہم ... ... خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں۔ بلکہ قرآن اور وہ وحی الٰہی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں۔ اور میری وحی کے معارض نہیں۔ اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ اگر حدیثوں کا دنیا میں وجود بھی نہ ہوتا۔ تب بھی میرے اس دعویٰ کو کچھ حرج نہ پہنچتا" (اعجاز احمدی صہ۳۰ و ۳۱)

تو اس الہام الٰہی (سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا) کی صداقت کے تیقن کے ساتھ دل بھر جاتا ہے غرض اخبار پیغام میں اس الہام مذکور کو قبل از وقت جناب مولوی محمد احسن صاحب پر چسپاں کر کے جو حملہ آپ پر کیا گیا ہے۔ اس سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ کہ یہ اخبار مع اپنے تمام متعلقین کے آپکا دیرینہ مہربان یا بلفظ دیگر آپ کا پرانا دشمن اور شروع سے ہی آپ پر بیجا اور بے جا حملے کرنے کا عادی ہے ؎

پیغام کے ایڈیٹر نے اسبات پر زور دیا ہے۔ کہ ۱۸ر اگست کے الفضل میں ۲ر جولائی ۱۹۱۶ء کے پیغام کے جس فقرہ کا یہ مفہوم بتایا گیا ہے۔ کہ جناب مولوی محمد احسن صاحب کو اس سے پہلے اپنے اصلی عقائد کے اظہار کی جرأت نہ تھی۔ اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں نکلتا۔ بلکہ اس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ پہلے آپنے غلط عقائد کے اظہار اور ... تائید میں ایسے طور پر کبھی جرأت نہیں دکھلائی تھی ؎

اس کے جواب میں ہم صرف اسی قدر ظاہر کر دینا کافی

سمجھتے ہیں۔ کہ جب پیغام کا فقرہ (بالآخر اللہ تعالےٰ نے جناب مولوی محمد احسن صاحب جیسے بزرگ انسان کو ان مسائل پر لکھنے اور صحیح عقائد کے اظہار کی جرأت اور توفیق عطا فرمائی) شائع ہو کر پبلک میں آچکا ہے۔ تو ایڈیٹر کی اب اس میں اپنی طرف سے کوئی نئے معنے نہیں پہونچ سکتا۔ اور بہر حال اس کے وہی معنے لئے جائینگے۔ جو اس کے الفاظ برداشت کر سکتے ہوں۔ اس فقرہ میں لفظ "بالآخر" اور "عطا فرمائی" جس مفہوم کے مظہر ہیں وہ یہ ہے۔ کہ اس سے پہلے جناب مولوی صاحب کو صحیح عقائد کے اظہار کی جرأت نہ تھی۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس سے پہلے آپنے نفاق کے طور پر اپنے اصلی عقائد کو مخفی رکھا۔ کیونکہ آپ کو ان کے اظہار کی جرأت نہ تھی۔ اس کے مقابل پر پیغام کے ایڈیٹر نے اپنے فقرہ مذکورہ بالا کے یہ معنے بیان کئے ہیں کہ:۔

"جو جرأت آپنے اس وقت صحیح عقائد کے اظہار میں دکھائی۔ اور جو کچھ اس بارہ میں آپ کو اللہ تعالےٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے۔ وہ اس سے بیشتر میاں صاحب کے غلط اور باطل عقائد کی تائید میں کبھی آپ سے ظاہر نہیں ہوئی" "وہ جوش ہمت اور جرأت جو اس وقت القول الممجد کی تصنیف سے عقائد صحیحہ کی تائید میں آپنے دکھایا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسوقت میاں صاحب کے غلط عقائد کی تائید میں ایسی ہمت اور جرأت سے کام نہیں لیا" (پیغام جلد ۴ نمبر ۱۴)

یعنے اب اس وقت آپنے جرأت کے ساتھ عقائد صحیحہ کا اظہار اور تائید کی ہے۔ لیکن اس سے پہلے آپ غلط عقائد کے موید تھے۔ گو پوری جرأت کے ساتھ آپ ان غلط اور باطل عقائد کی تائید نہیں کیا کرتے تھے۔ اور اس بارہ میں صحیح طور پر جرأت سے کام نہیں لیا کرتے تھے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپکے رسالہ القول الممجد کی بنیاد آپ کی تبدیلی عقائد پر ہے۔ جس سے پہلے آپ غلط عقائد پر تھے۔ گویا پہلے آپ عقائد باطلہ اور نفاق دونوں میں ملوث تھے +

پیغام کے عیار ایڈیٹر نے ایک طرف تو جناب مولوی محمد احسن صاحب پر خود حملہ کر کے اور پھر انہیں اخبار الفضل اور مبایعین سیدنا حضرت خلیفہ ثانی فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے جناب موصوف کو حق کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی ہے۔ حتیٰ کہ آپ کو حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالےٰ کے مقابلہ میں بعینہٖ اسی مقام پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ جس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں مولوی محمد حسین مدعی تھا۔ چنانچہ وہ آپ کی نسبت لکھتا ہے کہ:۔

"وہی میاں صاحب کو اوپر چڑھانے اور خلافت غیر منصوصہ کی مسند پر بٹھانے کا موجب ہوا"۔

اور "آپ کو خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت اور اس کے مقرر کردہ خلیفۂ وقت کے خلاف اکساتا ہوا لکھتا ہے کہ

"حضرت مولانا موصوف اپنی سیف قلم سے انہیں وہ کچھ مزا چکھا سکتے ہیں۔ کہ جو انکی وہمی کامیابیوں اور اترا اترا زیوں کو ملیامیٹ کر سکتا ہے"

اور دوسری طرف وہ آپ کو دہوکہ دیتا ہے کہ گویا حقائق و معارف دینیہ کو ثریا سے لانیوالے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں۔ بلکہ دراصل آپ ہیں۔ اور کہ جس ثریا سے حضور اقدس ان معارف حقہ کو لانیوالے ہیں۔ وہ آپ ہی کی ذات ہے۔

کبرت کلمۃً تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذباً۔ گویا نعوذ باللہ خدا تعالےٰ نے یہ دہوکہ کھایا کہ مسیح موعود کا نام بجائے مولوی محمد احسن صاحب کے حضرت اقدس کو دیدیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت اقدس کو ان معارف و حقایق کے لئے ان مولوی صاحب کا محتاج ہونا پڑا۔ چنانچہ ایڈیٹر پیغام آپ کی نسبت لکھتا ہے کہ:۔ "وہ شخص جس سے مسیح موعود بھی دقیق سے دقیق مسائل میں استصواب فرمایا کرتے تھے" جب حضرت اقدس دقیق سے دقیق مسائل کو جناب مولوی صاحب کے سامنے پیش کر کے آپ سے یہ علم حاصل کرتے تھے کہ ان کے متعلق جو کچھ میں سمجھتا ہوں وہ صواب ہے یا نہیں۔ تو پھر وہ کونسی بات ہے۔ جسے حضور والا آسمان سے لائے تھے۔ اور جس کے حصول کے لئے مولوی محمد احسن صاحب نے حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کی مریدی اختیار کی۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ مولوی محمد احسن صاحب تو حضرت اقدس کی وحی و الہامات کو ضعیف سے ضعیف حدیث کے سامنے بھی ہیچ قرار دیں۔ اور حضرت اقدس باوجود دعوی مسیحیت و مہدویت اور حکم و عدل ہونے کے دقیق سے دقیق مسائل میں ان مولوی صاحب کے ایسے مقلد ہوں۔ کہ جس بات کو وہ صواب کہدیں۔ اُسے حضور صواب سمجھیں۔ اور جسے وہ غلط قرار دیدیں۔ اسے ان کے فیصلہ کے مطابق حضور غلط سمجھنے لگیں۔ اور بایں ہمہ حضرت اقدس کی حیثیت مقتداء و مطاع کی ہو۔ اور مولوی صاحب کی حیثیت ایک ادنیٰ مطیع کی۔ معلوم نہیں کہ یہ لوگ ایسے خیالات رکھتے ہوئے کن معنوں میں حضرت اقدس کو مسیح موعود اور مہدی معہود مانتے ہیں۔ اگر حضرت اقدس نے کبھی کسی سائل کے معمولی سوال بابت استنجاء وغیرہ کو بغرض جواب آپکے سپرد کر دیا ہو یا بالفرض کبھی کوئی حوالہ نکالنے کے لئے آپ کو حکم دیدیا ہو۔ تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضور دقیق سے دقیق مسائل میں آپ سے استصواب فرمایا کرتے تھے۔ کمال درجہ کی بے شرمی اور حماقت ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ جناب مولوی صاحب کی عقل اور سمجھ پر بھی ایک سخت حملہ ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے۔ کہ گویا جناب مولوی صاحب کو اتنی بھی عقل اور تمیز نہیں۔ کہ آپ سمجھ سکیں کہ ایسی باتوں کو آپ کی طرف منسوب کرنا دراصل آپ سے استہزاء اور تمسخر کرنا ہے۔ جس کی جرأت ان لوگوں کو صرف اس وجہ سے ہوئی ہے کہ وہ آپ کو ارذل العمر میں سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے ان حملوں سے ثابت ہوتا ہے۔ جنکی حقیقت ہم کافی طور پر کھول چکے ہیں:۔

ایڈیٹر پیغام نے مولوی محمد احسن صاحب امروہی کو حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی حیثیت میں کھڑا کرتے ہوئے آپ پر حملہ بھی کیا ہے کہ گویا آپنے حضرت فضل عمر کو "خلافت غیر منصوصہ کی مسند پر بٹھایا" اور اسطرح سے آپ تمام جماعت کو گمراہی میں ڈالنے کے مرتکب ہوئے۔ اور گویا تمام جماعت نے آپ ہی کے حکم کے ماتحت حضرت ممدوح کو خلیفہ برحق تسلیم کیا۔ اسجگہ خلافت کے مسئلہ پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے اس کے جواب میں ہم صرف اسقدر کہنا کافی

بسمجھتے ہیں کہ یہ بھی جناب مولوی صاحب کی نسبت سراسر بہتان ہے - اگر فی الواقع جماعت پر جناب مولوی صاحب کا ویسا ہی اثر ہے - جیسا کہ اس منافق انسان نے ظاہر کیا ہے - اور جس کی طرف اس نے اپنے ان الفاظ میں بھی اشارہ کیا ہے کہ :- "جماعت کے قلوب پر ابھی تک حضرت مولانا موصوف کا جیسا کچھ اثر ہے - وہ میاں صاحب کا نہیں" تو کیا وجہ ہے - کہ آپ کے جدید رسالہ القول المجید کو جماعت نے پرلشہ کے برابر بھی وقعت نہیں دی - چنانچہ خود ایڈیٹر پیغام نے ۱۵ اگست کے پرچہ میں اپنا ان الفاظ میں رونا رویا ہے کہ :- "میاں صاحب کے مرید اس کتاب کو پڑھتے نہیں" خود جناب مولوی صاحب نے اپنے اس خط میں جو آپ نے حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کی رحلت کے بعد حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا تھا - اور اس کے بعد اسے اخبار بدر میں شائع کیا تھا - اس امر کا اظہار کیا تھا کہ جماعت میں میری نسبت بعض بدظنی کے خیالات پھیلے ہوئے ہیں - جنکی تردید کے لئے مجھے اس خط کے ذریعہ سے اپنی بریت ظاہر کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے - چنانچہ آپ اس میں لکھتے ہیں کہ

"یہ چند سطریں میں نے اس لئے شائع کی ہیں کہ بعض وہمی لوگ میرے قلب کی حالت کو مخالف اس تحریر کے گمان نہ کریں"

کیا کبھی اور فرد جماعت کو بھی اسطرح پر اپنی بریت ظاہر کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی - اگر نہیں تو پھر ایسے سفید بلکہ سیاہ جھوٹ کی نجاست پر ایڈیٹر پیغام نے کیوں منہ مارا - علاوہ اس کے واقعات اس بات کے پورے شاہد ہیں کہ جماعت نے جناب مولوی محمد احسن صاحب کے کسی قول یا فعل کو اس سے بڑھ کر کبھی کوئی عزت و وقعت نہیں دی - جو جماعت کا ایک فرد ہونے کے لحاظ سے انہیں حاصل تھی - اور یہ بات تو عقلاً بھی ناممکن ہے کہ جو شخص حضرت اقدس کے الہامات اور اقوال کا پابند نہ ہو بلکہ انہیں ایک ضعیف سے ضعیف حدیث سے بھی نیچے گراتا ہو اسکے اقوال اور افعال کو جماعت احمدیہ عزت کی نظر سے دیکھے - یا جماعت کے لوگوں پر ایسے شخص کا کچھ اثر ہو - کیونکہ یہ جماعت مردم پرست نہیں - بلکہ خدا پرست ہے -

پس جو شخص خدا تعالےٰ کے رسول کی وحی الٰہی اور اس کے اقوال کو ہیچ سمجھتا ہے اس کا اس پاک جماعت پر کیا اثر ہو سکتا ہے -

۸ - اگست کے الفضل میں ہمنے جناب مولوی محمد احسن صاحب والے جس خط کا عکس دیا تھا - اسکو ایڈیٹر پیغام نے اپنے اوپر اور اپنے تمام ہمخیالوں اور اکابر پر حجت ملزمہ پاکر اپنے اخبار میں اس کا ذکر تک نہیں کیا - جسکی ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس خط میں ان کے سرکردہ ممبروں کا چند خاص القاب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے - جیسے شیطان - فرعون - آل فرعون لاہوری - جیسا کہ اس خط کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ :-

"یہاں پر آل فرعون لاہوری کی نسبت جناب والد صاحب کی طرف سے لکھتا ہوں - خارجاً معلوم ہوا کہ اس رسالہ الفصل کو ایک شیطان نے یہ کہا کہ مصنف رسالہ شریر ہے - کذاب ہے چالباز ہے - میں سارے پردے اس کے کھولونگا یہ قول تو اوس کا ایک ادنیٰ ہے - اس کا تو وہی حال ہے جو فرعون کا تھا"

مگر جب خود خواجہ صاحب وسعت حوصلہ سے کام لیکر اپنے رسالہ "اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب میں صاف اقرار کر چکے ہیں کہ :-

"اب سید محمد احسن صاحب ہم کو کذاب و دجال کہتے ہیں" (دیکھو رسالہ مذکورہ صفحہ ۶۸) تو نادان ایڈیٹر پیغام کی اس پردہ داری کے کیا معنے ؟

ایڈیٹر مذکور نے (اس خط کا ذکر یا اس کی طرف کسی قسم کا کوئی اشارہ کئے بغیر اس خط کے پہلے حصہ کی بابت جو کہ سیدنا حضرت فضل عمر خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے رسالہ القول الفصل اور آپ کے دعاوی صادق کے متعلق ہے - جنپر اس میں مفصل بحث کیگئی ہے - کچھ یاوہ گوئی کی ہے جو یہ ہے کہ :-

"نہیں معلوم کہ آپنے القول الفصل سارا سنا بھی تھا یا نہیں - اور آیا صرف اسی حصہ کو سنا تھا جو صرف خلافت کی بحث پر مشتمل ہے یا ساری کتاب کو - کیونکہ آپ میاں صاحب کی خلافت کے شروع سے مؤید رہے ہیں - لیکن اگر ساری کتاب کو بھی سنا ہو - تو بھی کوئی ہرج کی بات نہیں - وہ جوش ہمت اور جرأت جو اس وقت القول المجید کی تصنیف سے عقائد صحیحہ کی تائید میں آپنے دکھایا ہے - ظاہر ہے کہ اس وقت میاں صاحب کے غلط عقائد کی تائید میں .. .. ..

.. ..

.. .. .. ایسی ہمت اور جرأت سے کام نہیں لیا"

ایڈیٹر پیغام کی اس باطل توجیہ کا بطلان ظاہر کرنے کے لئے خط مذکورہ کے الفاظ "دعاوی صادقہ اور مصدقہ سنکر ایسے خوش ہوئے" ہی کافی ہیں - کیونکہ رسالہ القول الفصل میں انہی مسائل پر بحث کی گئی ہے - جنپر جناب مولوی محمد احسن صاحب نے اپنے رسالہ القول المجید میں بحث کی ہے - باقی متفرق امور جو اس میں مذکور ہیں - وہ سب انہی مسائل کے فروع ہیں - اور مسئلہ خلافت پر تو اس رسالہ میں بحث کی ہی نہیں گئی - بلکہ رسالہ خلافت احمدیہ کا حوالہ دے دیا گیا پس اس توجیہ کے کیا معنے ؟ - مسئلہ خلافت کے متعلق اگر اس میں کوئی ذکر ہے - تو صرف یہ کہ خواجہ صاحب نے جو حضرت خلیفہ اول پر یہ اتہام لگایا ہے - کہ وہ اسپارہ میں غیر مبایعین ہی کے ہمخیال تھے - سراسر جھوٹ ہے - لیکن صرف اس ذکر کی بنا پر جناب مولوی صاحب کا اس قدر خوشی ظاہر کرنا کچھ معنے نہیں رکھتا - کیونکہ آپ پر خواجہ صاحب کے بیانات کی حقیقت پہلے ہی سے کھلی ہوئی تھی - اور آپ انہیں جو القاب دیا کرتے تھے - خواجہ صاحب خود ان کے معترف ہیں پس ایسی حالت میں خواجہ صاحب کا کوئی کذب آپ پر ظاہر ہو جانے سے آپ کے اس قدر خوش ہونے کی کوئی وجہ نہیں -

علاوہ اس کے خواجہ صاحب اپنے رسالہ اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ میں ظاہر کر چکے ہیں کہ مسئلہ خلافت دراصل مسئلہ نبوت پر متفرع ہے - اور مولوی محمد علی صاحب بھی اپنے رسالہ نبوت کاملہ تامہ اور جزئی نبوت میں فرق میں لکھ چکے ہیں کہ "اصل جڑ سارے اختلاف کی صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی قسم نبوت کا مسئلہ ہے" پیغام کا جناب مولوی صاحب کو مؤید خلافت مانکر آپ کو منکر نبوت قرار دینا گویا خواجہ صاحب اور

(بقیہ دیکھو صفحہ [illegible])

الوہیت مسیحؑ

نمبر ۱

تمہید اس مسئلہ پر چونکہ پیشتر ازیں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے - اس لئے میں مندرجہ بالا سرخی کو زیب عنوان کرتا ہوا اپنے دل میں یہ خطرہ محسوس کر رہا ہوں - کہ شاید بعض احباب صرف عنوان کو ہی دیکھ کر اصل مضمون کے پڑھنے کی طرف توجہ نہ کریں - جسے نہایت تحقیق اور تدقیق سے لکھا گیا ہے - میں اس بات کا بھی یقین دلاتا ہوں - کہ یہ مضمون ایک ایسے انداز میں لکھا گیا ہے - جو آج تک کسی نے اختیار نہیں کیا - اس لئے پڑھنے والوں کے لئے خاص دلچسپی اور فائدہ کا موجب ہوگا - پس احباب اسے نہایت غور سے ملاحظہ فرما دیں ؞

الوہیت مسیح کی تشریح قبل اس کے کہ میں اصل مضمون کی نسبت کچھ لکھوں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں - کہ "الوہیت مسیح" سے کیا مراد ہے - اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئیے - کہ عیسائی صاحبان کا عقیدہ ہے - کہ حضرت مسیحؑ میں باوجود انسان ہونے کے وہ تمام صفات پائی جاتی تھیں - جو خدا میں پائی جاتی ہیں - اور جن سے خدا کا خدا ہونا ثابت ہوتا ہے - یہی وجہ ہے - کہ عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں - اور خدائی صفات سے متصف مانتے ہیں - چنانچہ ایک عیسائی پادری صاحب لکھتے ہیں - کہ "خداوند مسیح کی شخصیت کی نسبت کتاب المقدس (انجیل) کی حقیقتیں یہ ہیں - اوّل یہ کہ وہ حقیقی انسان تھا - یعنے کامل اور پوری انسانیت رکھتا تھا - اس لئے کہ جو کچھ انسان پر سوائے گنہگار ہونے کے عائد ہو سکتا ہے - خداوند مسیح پر بھی وارد ہو سکتا تھا ؞ دوم - وہ حقیقتاً خدا ہے - یعنی کامل الوہیت رکھتا ہے - پس جو کچھ خدا کی نسبت خیال میں آ سکتا ہے - وہ خداوند مسیح کی نسبت بھی خیال آ سکتا ہے" -

عیسائی صاحبان اپنے اس عقیدہ کے اثبات میں کئی ایک دلیلیں عہد جدید سے پیش کیا کرتے ہیں - اس مضمون میں ہم ان کے دلائل الوہیت مسیح وغیرہ پر از روئے شواہد انجیل تنقید کریں گے - اور بتائیں گے - کہ الوہیت مسیح کا عقیدہ اپنے اندر کہاں تک صداقت اور راستی رکھتا ہے ؞

الوہیت مسیح کی پہلی دلیل اور اُس پر تنقید -

الوہیت مسیح کے متعلق عیسائی صاحبان ایک دلیل جو ان کے خیال میں بہت وزنی ہے - یہ پیش کیا کرتے ہیں "خبردار ایسا نہ ہو - کہ کوئی فیلسوفی اور بیہودہ فریب سے جو مسیح کے موافق نہیں - تمہیں لوٹ نہ لے - کیونکہ الوہیت کا سارا کمال اس میں مجسم ہو رہا - اور تم اس میں جو ساری سرداری اور مختاری کا سر ہے - کامل بنے ہو - باب ۲ آیت ۸ تا ۱۱ قلسیوں -

اس سے عیسائی صاحبان یہ بات اخذ کرتے ہیں - کہ چونکہ "الوہیت کا سارا کمال اس میں مجسم ہو رہا" - اس لئے ثابت ہوا - کہ حضرت مسیح میں پوری پوری الوہیت پائی جاتی ہے ہم تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے ہیں - کہ اس حوالہ سے عیسائی صاحبان جو کچھ استدلال کرتے ہیں - وہ درست ہے - لیکن ہمیں ان باتوں کا کیا جواب دیا جائیگا ؞

اوّل - یہ کہ اس سے لازم آتا ہے - کہ الوہیت کوئی ایسی چیز ہے جو جسم اختیار کر سکتی ہے - کیونکہ لکھا ہے کہ "الوہیت کا سارا کمال اس میں مجسم ہو رہا" اور پھر ایک سے دوسری چیز میں منتقل ہو سکتی ہے - حالانکہ الوہیت ایسی چیز نہیں ہے ؞

دوم - جب سارا کمال الوہیت یسوع مسیح میں آ گیا اور کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہی - تو باپ اور روح القدس کا ماننا بے فائدہ ٹھہرتا ہے - کیونکہ جب سب کچھ ایک ہی جگہ یعنی یسوع مسیح میں جمع ہو گیا - تو باقیوں کا ماننا ضروری نہ ہوا - اور اگر یہ کہا جائے - کہ باپ بیٹا اور روح القدس تینوں میں ایک ہی جیسی الوہیت ہے - اور ذرا بھی کسی قسم کا فرق نہیں - تو پھر تینوں ایک ہی چیز ہوئی نہ کہ تین الگ الگ ؞

سوم - جب سارا کمال الوہیت یسوع میں آ گیا تو گویا باپ اور روح القدس میں الوہیت نہ رہی - اور وہ اس سے خالی ہو گئے - اور اگر ایسا نہیں ہوا - تو ماننا پڑے گا - کہ حضرت یسوع مسیح میں سارا کمال الوہیت نہیں آیا ؞

چہارم - یہ دیکھنا چاہئیے - کہ الوہیت چیز کیا ہے - سو واضح ہو - کہ الوہیت کا کمال صفات کاملہ پر منحصر ہے - پس اگر حضرت مسیح میں صفات کاملہ پائی جاتی ہیں - تو وہ الوہیت کے حامل بھی ہوئے - اور اگر نہیں - تو ماننا پڑیگا کہ ان میں الوہیت نہ تھی - حضرت مسیح کے اقوال اور حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے - کہ ان میں الوہیت کی صفات کاملہ نہ تھیں - چنانچہ الوہیت کی صفات میں سے زندگی ایک نہایت اعلیٰ صفت ہے - مگر حضرت مسیح خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں - کہ میں قتل کیا جاؤں گا - اور تین دن تک مردہ پڑا رہوں گا - متی باب ۱۷ آیت ۲۲-۲۳ میں لکھا ہے "اور جب وہ گلیل میں رہتے تھے - تو یسوع نے ان سے کہا - کہ ابن آدم آدمیوں کے ہاتھ میں حوالے کیا جائیگا اور وہ اسے قتل کریں گے - اور وہ تیسرے دن زندہ کیا جائیگا" - پھر لکھا ہے - کہ "یسوع بڑی آواز سے چلایا - اور جان دیدی" - متی باب ۲۷/۵۰ - کیا جو دوسروں کے ہاتھوں جاں بحق تسلیم ہو - اُسے الوہیت کا درجہ دیا جا سکتا ہے - صفات الوہیت میں سے ایک صفت یہ ہے کہ جہاں چاہے اور جس طرح چاہے ہر ایک چیز کو قائم کر دے لیکن حضرت مسیح اقرار کرتے ہیں - کہ "اپنے دہنے بائیں کسی کو بٹھا دینا میرا کام نہیں" - متی باب ۲۰ - آیت ۲۳ - الوہیت کی یہ بھی صفت ہے - کہ جس میں الوہیت پائی جاتی ہو - اسکو نیند نہ آئے - کیونکہ نیند کی وجہ سے غفلت طاری ہو جاتی ہے - جو الوہیت کے خلاف ہے - مگر حضرت مسیحؑ کی نسبت لکھا ہے - کہ "ایک دن ایسا ہوا - کہ وہ (حضرت مسیح) اور اس کے شاگرد کشتی پر چڑھے - اور اس نے ان سے کہا - کہ آؤ جھیل کے پار چلیں - پس وہ روانہ ہوئے - مگر جب کشتی چلی جاتی تھی - تو وہ سو گیا - اور جھیل پر بڑی آندھی آئی - اور کشتی پانی سے بھری جاتی تھی - اور وہ خطرے میں تھے - انھوں نے پاس آ کر اُسے جگایا" - لوقا باب ۸ آیت ۲۲ تا ۲۴ ؞ اس سے معلوم ہوتا ہے - کہ حضرت مسیح باوجود طوفان آنے کے جگانے کے بغیر جاگ نہ سکے ؞

چوتھی صفت الوہیت کی ہر ایک چیز پر قدرت رکھنا ہے - کیونکہ ایسا نہ ہونا ضعف پر دلالت کرتا ہے - اور ضعف الوہیت کے منافی ہے - لیکن حضرت مسیح کہتے ہیں -

کہ "میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا - جیسا سنتا ہوں - عدالت کرتا ہوں - اور میری عدالت درست ہے - کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں - اگر میں خود اپنی گواہی دوں - تو میری گواہی سچی نہیں - ایک اور ہے - جو میری گواہی دیتا ہے - اور میں جانتا ہوں - کہ میری گواہی جو وہ دیتا ہے سچی ہے"۔ یوحنا باب ۵ آیت ۳۰ تا ۳۲ - اس حوالہ سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے - کہ حضرت مسیح دوسروں کے متعلق کچھ طاقت اور مقدرت نہ رکھتے تھے - بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے - کہ وہ اپنی ذات کے متعلق بھی ہر ایک بات منوانے کے لئے کسی اعلیٰ ہستی کی ضمانت پیش کرتے تھے - جیسا کہ فرماتے ہیں - کہ "اگر میں خود اپنی گواہی دوں - تو میری گواہی سچی نہیں - ایک اور ہے جو میری گواہی دیتا ہے"۔ پس "ایک اور" کی گواہی پر حضرت مسیح کا اپنی صداقت کا مدار رکھنا بتاتا ہے - کہ آپ اپنی ذات کے متعلق بھی کچھ مقدرت نہیں رکھتے تھے - اور مقدرت کا نہ ہونا ثابت کرتا ہے - کہ آپ میں الوہیت نہ تھی ؛

پانچویں صفت الوہیت کی یہ ہے - کہ الٰہ کسی کا محتاج نہ ہو - کیونکہ محتاج ہونا ایک ایسی کمزوری ہے - جو اور بہت سی کمزوریوں کی ماں ہے - مگر حضرت مسیح کی نسبت لکھا ہے کہ "تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا - ایلی - ایلی لما سبقتنی - یعنے اے میرے خدا - اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا"۔ متی باب $\frac{27}{46}$ - اس سے معلوم ہوتا ہے - کہ حضرت مسیح نے اس موقعہ پر اپنے کمال احتیاج کا اظہار کیا ہے - اور یہ ان کی الوہیت کی تردید کرتا ہے ؛

چھٹی صفت الوہیت کی یہ ہے - کہ وہ ذات ہر ایک نقص اور کمزوری سے پاک اور منزہ ہو - اور کسی قسم کے عیب کا اس میں شائبہ بھی نہ پایا جائے - لیکن بائبل حضرت مسیح کا اپنا اقرار یہ بتاتی ہے - کہ "پھر کسی سردار نے اس (مسیح) سے یہ سوال کیا - کہ اے **نیک** استاد میں کیا کروں - تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں - یسوع نے اس سے کہا - **تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے** - کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنے خدا"۔ لوقا باب ۱۸ آیت ۱۸ و ۱۹ - اس سے معلوم ہوتا ہے - کہ حضرت مسیح کے نزدیک بھی ایک ہی ذات ایسی تھی - جو ہر ایک قسم کے نقصوں اور عیبوں سے پاک تھی -

اور وہ اپنے آپ کو اس ذات سے کچھ نسبت نہ سمجھتے تھے - پھر کس طرح کہا جا سکتا ہے - کہ آپ میں الوہیت پائی جاتی ہے ؛

پنجم - اگر باوجود حضرت مسیح میں تجسم کمال الوہیت کے باپ اور روح القدس میں بھی کمال الوہیت مانیں - تو تعدد الٰہہ لازم آتا ہے - کیونکہ جب تینوں میں مساوی الوہیت پائی گئی - تو تینوں الٰہ ہوگئے حالانکہ حضرت مسیح نے بھی ایک ہی خدا کے ماننے کی بڑے زور سے تلقین کی ہے - چنانچہ مرقس باب ۱۲ - آیت ۲۸ تا ۳۱ میں لکھا ہے - کہ "فقیہوں میں سے ایک نے ان کو بحث کرتے سن کر جان لیا - کہ اس نے انہیں خوب جواب دیا ہے - وہ پاس آیا - اور اس (مسیح) سے پوچھا - کہ سب حکموں میں اوّل کونسا ہے - یسوع نے جواب دیا - کہ اول یہ ہے - کہ اے اسرائیل سن - **خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے** - اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ" ؛

ششم - اگر الوہیت کا سارا کمال یسوع مسیح میں مجسم ہوا ہے - تو وہ پھر کیوں کہتے ہیں - کہ "تم سن چکے ہو - کہ میں نے تم سے کہا - کہ جاتا ہوں - اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں - اگر تم مجھ سے محبت رکھتے - تو اس بات سے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں - خوش ہوتے - کیونکہ **باپ مجھ سے بڑا ہے**"۔ یوحنا باب $\frac{14}{28}$ -

یہاں سوال ہوتا ہے - کہ کس بات میں وہ باپ کو اپنے سے بڑا قرار دیتے ہیں - بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے - کہ باپ یعنی خدا میں حضرت مسیح کوئی ایسی صفت ضرور مانتے تھے - جو ان میں نہ تھی - اور جب ان میں خدا کے مقابلہ میں کچھ کمی تھی تو کامل الوہیت کے وہ حامل نہ ہوئے ؛

ہفتم - یسوع مسیح جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ سارا کمال الوہیت ان میں مجسم ہوا تھا - ان کے متعلق عیسائی صاحبان کا یہ بھی اعتقاد ہے - کہ یہودیوں نے انہیں صلیب پر لٹکا کر مار دیا - اور وہ تین دن تک مردہ پڑے رہے جیسا کہ ایک گذشتہ حوالہ میں بتایا گیا ہے - لیکن کیا یسوع مسیح کی موت کے عرصہ میں عالم بلا الٰہ ہو گیا تھا

کیونکہ الوہیت کا سارا کمال تو ان میں تھا - اور وہ تین دن تک مردہ پڑے رہے تھے ؛

حضرت مسیح کے حواری اُن کو کیا سمجھتے تھے

مندرجہ بالا سوالات سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ یسوع مسیح میں الوہیت کاملہ نہیں پائی جاتی -

اور جو لوگ ان میں الوہیت سمجھتے ہیں - یہ ان کی خوش فہمی ہے - ورنہ عہد جدید اس کی بڑے زور سے مخالفت کر رہا ہے - اب ہم یہ بتاتے ہیں - کہ حضرت مسیح کے حواری اور آپکے شاگرد آپ کی نسبت آیا وہی خیال رکھتے تھے جو اب عیسائی صاحبان رکھتے ہیں - یا کچھ اور - اس بات سے تو کسی کو انکار نہیں - کہ وہ لوگ جو حضرت مسیح کی صحبت میں رہے - آپسے تربیت پائی - آپکے کمالات اور صفات کو اپنی آنکھوں دیکھا - ان کا جو کچھ خیال ہو گا - وہ ہر حال میں بعد میں آنے والے لوگوں کی نسبت یقیناً درست ہو گا - کیونکہ بعد میں آنے والوں کو تمام کی تمام باتیں روایتی ذرائع سے حاصل ہوئیں - انھوں نے نہ حضرت مسیح کو دیکھا - نہ آپ کی صحبت اٹھائی - نہ ان واقعات میں سے گذرے - جو حضرت مسیح کو پیش آئے - اور نہ انہیں الوہیت مسیح کے کرشمے دیکھنے نصیب ہوئے - اس لئے حضرت مسیح کی صحبت میں رہنے والوں کا الوہیت مسیح کے متعلق جو عقیدہ اور خیال ہو گا - وہ بعد کے لوگوں کی نسبت بہت صحیح اور درست سمجھا جائیگا - اسی بات کو مدنظر رکھ کر اس جگہ ہم حواریان مسیح کی شہادتوں کو پیش کرتے ہیں - متی باب ۱۶ آیت ۱۳ تا ۱۷ - میں لکھا ہے "اور یسوع نے قیصریہ فلپی کی اطراف میں آکر اپنے شاگردوں سے پوچھا - کہ لوگ کیا کہتے ہیں - کہ میں جو **ابن آدم** ہوں - کون ہوں - انھوں نے کہا - کہ بعضے کہتے ہیں - کہ تو یوحنا بپتسما دینے والا ہے - بعضے الیاس اور بعضے یرمیاہ یا نبیوں میں سے کوئی - اس نے انہیں کہا - پر تم کیا کہتے ہو - کہ میں کون ہوں - شمعون پطرس نے جواب میں کہا؟ - اے شمعون بر یونس مبارک تو کیونکہ جسم اور خون نے نہیں - بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے - تجھ پر یہ ظاہر کیا"۔ یہ الفاظ بڑی وضاحت اور صفائی سے اس بات کو ظاہر کر رہے ہیں - کہ حضرت

مسیح نے جب پوچھا ۔ کہ میں جو ابن آدم ہوں ۔ کون ہوں تو شمعون نے کہا ۔ کہ تو زندہ خدا کا بیٹا ہے ۔ اگر حضرت مسیح الوہیت رکھتے ۔ تو خود یہ کبھی نہ کہتے ۔ کہ میں ابن آدم ہوں ۔ یہ فقرہ کہکر انھوں نے بتا دیا ہے ۔ کہ مجھے الوہیت سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے کسر نفسی سے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں حالانکہ شان الوہیت اس بات کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتی ۔ تو چاہیئے تھا ۔ کہ شمعون آپ کو یہ کہتا ۔ کہ آپ خدا ہیں ۔ نہ یہ کہ تو زندہ خدا کا بیٹا ہے ۔ کیونکہ جب خدا اور مسیح میں کوئی فرق نہ تھا ۔ تو کیوں نہ وہی بات کہی ۔ جو کہی جا سکتی تھی ۔ اور جس کا محل اور موقع بھی تھا ۔ کیونکہ یسوع مسیح نے تو کسر نفسی کر کے سامعین کو ایک گونہ غلط فہمی میں مبتلا کر دیا تھا ۔ جس کا دور کرنا نہایت ضروری تھا ۔ لیکن شمعون نے ایسا نہیں کیا ۔ جس سے ثابت ہوتا ہے ۔ کہ شمعون کے نزدیک یسوع مسیح کی وہ شان ہی نہ تھی ۔ جو اب ان کو دی جاتی ہے ۔ اور لکھا ہے " تو نے اس کا مرتبہ فرشتوں سے تھوڑا کم رکھا ۔ تو نے جلال و عزت کا تاج اس پر رکھا ۔ اور اپنے ہاتھ کے کاموں پر اسے اختیار بخشا ۔ تو نے سب کچھ اس کے قدموں کے نیچے کیا ہے ۔ جس حالت میں سب کچھ اس کے تابع میں لایا ۔ تو اس نے کوئی چیز نہ چھوڑی ۔ جو اس کے تابع میں نہ لایا ۔ پر اب تک ہم نہیں دیکھتے ۔ کہ سب چیزیں اس کے تابع میں کی گئی ہیں ۔ مگر اسے دیکھتے ہیں ۔ جس کا درجہ فرشتوں سے کچھ کم تھا ۔ یعنی یسوع کو کہ اس نے موت کی اذیت کے سبب جلال و عزت کا تاج پایا ۔ عبرانیوں باب ۲ ۔ آیت ۵ تا ۹ ۔ یعنے حضرت مسیح کا درجہ فرشتوں سے کم تھا ۔ پس جبکہ ان کا درجہ فرشتوں سے بھی کم تھا ۔ جو خدا تعالےٰ کی مخلوق ہیں ۔ تو پھر حضرت مسیح میں الوہیت کا ملہ کس طرح مانی جائے ۔ پھر کرنتھیوں ۲ ۔ باب ۱۳ ۔ آیت ۴ میں لکھا ہے ۔ کہ " اگرچہ وہ (یسوع) کمزوری سے صلیب پر مارا گیا ۔ لیکن خدا کی قدرت سے وہ جیتا ہے " ۔ یعنی حضرت مسیح میں یہ کمزوری ضرور تھی ۔ کہ صلیب پر مارے گئے ۔ پس اس اتنی بڑی کمزوری کے ہوتے ہوئے کس طرح ہو سکتا ہے ۔ کہ آپ میں الوہیت ہو ۔ پھر اعمال باب ۱۰ ۔ آیت ۳۸ میں یوں لکھا ہے ۔ کہ " خدا نے یسوع ناصری کو روح قدس اور قدرت سے مسوح کیا ۔ وہ نیکی کرتا ۔ اور ان سب کو جو شیطان کے ہاتھ سے ظلم اٹھاتے تھے ۔ چنگا کرتا پھرا ۔ کیونکہ خدا اس کے ساتھ تھا " ۔ اگر " الوہیت کا سارا کمال اس میں مجسم ہو رہا تھا " ۔ تو اس کے کیا معنی ہیں ۔ کہ " خدا اس کے ساتھ تھا " ۔ اگر خود خدا ہوتا ۔ اور الوہیت کا سارا کمال اس میں مجسم ہوتا ۔ تو ظاہر ہے ۔ کہ اس کو کسی دوسرے خدا کے ساتھ ہونے کی ضرورت نہ تھی ۔

ان حوالجات سے صاف طور پر ثابت ہو گیا ۔ کہ حضرت مسیح کے حواری اور آپ کو ماننے والے آپ میں الوہیت نہیں سمجھتے تھے ۔ جب وہ نہیں سمجھتے تھے ۔ تو اور کسی کے پاس ان سے بڑھ کر کیا ذرائع ہو سکتے ہیں ۔ کہ سمجھے ۔

حضرت مسیح کامل نہ تھے

اس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں ۔ کہ الوہیت کے لئے ضروری ہے ۔ کہ جس میں یہ ہو ۔ وہ ابتداء سے کامل ہو ۔ لیکن حضرت مسیح کی نسبت ثابت ہے ۔ کہ وہ ابتدا سے کامل نہ تھے ۔ مثلاً عبرانیوں باب ۲ ۔ آیت ۱۰ میں لکھا ہے ۔ کہ " یہ مناسب تھا ۔ کہ جب بہت سے فرزندوں کو جلال میں لا دے ۔ ان کی نجات کے پیشوا (یسوع) کو اذیتوں سے کامل کرے " ۔ پھر لکھا ہے ۔ کہ " اگرچہ وہ بیٹا تھا ۔ پر ان دکھوں سے جو اس نے اٹھائے ۔ فرمانبرداری سیکھی اور وہ کامل ہو کر اپنے سب فرمانبرداروں کے لئے ہمیشہ کی نجات کا باعث ہوا " ۔ عبرانیوں باب ۵ ۔ آیت ۸ و ۹ ۔

پس جبکہ حضرت مسیح کامل نہ تھے ۔ بلکہ کامل کئے گئے ۔ تو ان میں الوہیت کاملہ کس طرح آ سکتی ہے ۔ اگر کوئی یہ کہے ۔ کہ چونکہ وہ کامل ہو گئے تھے ۔ اس لئے ان میں الوہیت آ گئی تھی ۔ تو یہ بھی درست نہیں ۔ کیونکہ کامل بننے کے لئے تو اوروں کو بھی حکم دیا گیا ہے ۔ جیسا کہ کرنتھیوں ۲ باب ۱۳ ۔ آیت ۹ میں لکھا ہے ۔ کہ " اور یہ بھی چاہتے ہیں ۔ کہ تم کامل بنو " ۔ اور اسی طرح اور بھی بہت سے احکام ہیں ۔ تو کیا ان سے یہ مراد ہے ۔ کہ جو لوگ کامل بنتے ان میں الوہیت آ جاتی ۔ ہرگز نہیں ۔ اس لئے اگر حضرت مسیح بھی کامل ہو گئے ۔ تو ان میں الوہیت نہیں آ سکتی ۔ الوہیت تو تب ہوتی ۔ جبکہ آپ پہلے سے ہی کامل ہوتے ۔

لوقا باب ۲۲ میں لکھا ہے ۔ کہ " جب حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھانے لگے ۔ اور انھوں نے نہایت عاجزی اور فروتنی سے دعا مانگی ۔ کہ اے باپ اگر تو چاہے ۔ تو یہ پیالہ مجھ سے دور کر دے " ۔ لوقا $\frac{22}{42}$ " تو اس پر یہ ہوا ۔ کہ آسمان سے ایک فرشتہ اس کو دکھائی دیا ۔ **جو اُسے قوت دیتا تھا** " لوقا $\frac{22}{43}$ ۔ اگر حضرت مسیح میں الوہیت کا سارا کمال مجسم ہو رہا تھا ۔ تو پھر نہایت تعجب اور حیرت کا مقام ہے ۔ کہ آپ کو ایک فرشتہ سے قوت حاصل کرنے کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی ۔ اور کیوں ایک فرشتہ نے قوت دی ۔ کیا اس وقت الوہیت نہیں رہی تھی ۔ یا کوئی اور وجہ پیدا ہو گئی تھی ۔ بہرحال کچھ بھی ہو ۔ یہ ثابت ہو گیا ۔ کہ حضرت مسیح میں الوہیت نہ تھی ۔

اب بھی اگر کوئی " الوہیت کا سارا کمال ان میں مجسم ہو رہا ہے " کے فقرہ سے یہ سمجھتا ہے ۔ کہ آپ میں الوہیت تھی ۔ تو ہم کہتے ہیں ۔ کہ پھر ان میں کیوں الوہیت نہیں مانی جاتی ۔ جو خدا کی ہیکل تھے ۔ اور جن میں خدا کی روح بستی تھی ۔ کرنتھیوں ۱ باب ۳ ۔ آیت ۱۶ و ۱۷ میں لکھا ہے ۔ کہ " کیا تم نہیں جانتے ۔ کہ **تم خدا کی ہیکل ہو ۔ اور کہ خدا کی روح تم میں بستی ہے** " ۔ پھر کرنتھیوں ۲ باب ۶ آیت ۱۶ میں ہے ۔ کہ " اور خدا کی ہیکل کو بتوں سے کونسی موافقت ہے ۔ کہ تم تو زندہ خدا کی ہیکل ہو ۔ چنانچہ خدا نے کہا ہے ۔ کہ میں ان میں رہوں گا ۔ اور ان میں چلوں گا " ۔

پھر کرنتھیوں ۱ باب ۶ آیت ۱۷ میں لکھا ہے ۔ کہ " پر وہ جو خداوند سے ملا ہوا ہے ۔ سو اس کے ساتھ ایک روح ہوتا ہے " ۔

جب وہ جو خدا کی ہیکل ہیں ۔ اور جنہیں خدا کی روح رہی ۔ اور وہ جو خدا سے ملے تھے ۔ خدا نہ ہوئے ۔ تو یسوع مسیح کس طرح خدا بن گئے ۔ جن کے حق میں اس سے بھی کم درجہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ۔

کیا واقعی غم کوئی چیز نہیں؟

"آدمی کو خدا کی سنوار عجیب تراش خراش کا پتلا بنا ہے، دنیا میں آتا ہے ۔ یہاں کی چیزوں کو دیکھتا ہے ۔ تو ان پر رائے زنی کرتا ہے ۔ جو منہ میں آتا ہے ۔ کہتا ہے ۔ لکھتا ہے اور پھر اس کی ضد ہوتی ہے ۔ کہ جو میں نے سمجھا ہے ۔ وہی درست ہے ۔ کوئی اس کے خلاف جنبش نہ کرے"۔ یہ وہ الفاظ ہیں ۔ جو خواجہ حسن نظامی صاحب نے "غم کوئی چیز نہیں"۔ کی شرح کرتے ہوئے تمہیداً زیب قرطاس کئے ہیں ۔ لیکن اگر جناب خواجہ صاحب کی جگہ میں ہوتا ۔ تو انہیں الفاظ کو قدرے تغیر کے ساتھ اسطرح لکھتا ۔ کہ آدمی کو خدا کی سنوار عجیب تراش خراش کا پتلا بنا ہے ۔ دنیا میں آتا ہے ۔ یہاں کی بعض چیزوں کو خوب جانتا ہے ۔ مگر ان کے وجود سے انکار کر بیٹھتا ہے ۔ اور پھر اس کی ضد ہوتی ہے ۔ کہ جو میں نے سمجھا وہی درست ہے ۔

خواجہ صاحب کا خیال ہے ۔ کہ "غم دراصل کوئی چیز نہ تھا ۔ لیکن انسان نے اس کو خود بخود گھڑ لیا ہے ۔ اور حیات کی لذتوں کو آپ ہی کرکرا بنا لیا"۔ اگر یہ خیال سکان ملاء اعلے میں سے کسی کو پیدا ہوتا ۔ تو فروکشان خاک اُسے معذور سمجھتے ۔ کیونکہ انہوں نے سنا ہوا ہے ۔ کہ

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کر و بیاں

لیکن اب تو یہ الفاظ ایک ایسے وجود کی طرف سے سنائی دے رہے ہیں جس کی خس و خاشاک کو سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں بار غم و الم کے تیز اور تند جھونکوں نے اڑا اڑا اور حزن و ملال کے تھپیڑوں نے گرا گرا دیا ۔ اور آئندہ بھی جب تک کہ سطح خاک سے بالکل پیوست نہیں ہو جاتا ۔ یہی کچھ ہوتا دیکھیگا ۔ مجھے وہ وقت خوب یاد ہے ۔ جبکہ جناب خواجہ نے "جان ہار باتو" کا مرثیہ بڑے دردناک اور غمگین الفاظ میں لکھا تھا ۔ اور وہ وقت بھی خوب یاد ہے ۔ جبکہ انھوں نے فرقہ اناث کی ہمدردی اور دستگیری کے جوش میں اپنے ایک نکتہ چین اور حرف گیر جنٹلمین کو کہا تھا ۔ کہ ؎ ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم اس وقت ہی سمجھ گیا تھا ۔ کہ انہیں بیچاری "جان ہار" کے غم و الم نے یہ مرثیہ دلگداز لکھنے اور استقدر جرأت مردانہ دکھلانے پر مجبور کیا ہے ۔ لیکن اگر انہیں غم کے وجود سے ہی انکار ہے ۔ اور وہ اس سے شناسائی تک نہیں رکھتے ۔ تو مجبوراً ان جنٹلمین کا ہی ہم نوا ہونا پڑے گا ۔ لیکن جسطرح روز روشن میں طلوع آفتاب سے اور چمکتی ہوئی چاندنی میں ملکۂ شب کی بزم افروزی سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ اسی طرح تختۂ عالم پر خواجہ حسن نظامی کے ساتھ غم کے وابستہ ہونے میں بھی شبہ نہیں ہو سکتا ۔ ہاں یہ ایک الگ بات ہے ۔ کہ خواجہ صاحب عالم خیال میں اپنے آپ کو غم و الم کی زنجیروں سے آزاد سمجھتے ہوں ۔ لیکن اس صورت میں ان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ عالم ہوش میں رہنے والوں سے اپنی اس وارفتگی کا نام حقیقت رکھوائیں اور یہ خندہ آفرین دلائل پیش کریں ۔ کہ "سورج نکلتا ہے اور چھپ جاتا ہے ۔ چاند چھوٹا نکلتا ہے اور بڑھتا ہے ۔ پورا ہوتا ہے اور گھٹتا ہے ۔ اور گھٹتے گھٹتے ناپید ہو جاتا ہے"۔ کبھی نہیں سنا کہ سورج نے اپنے غروب ہونے اور چاند نے گھٹنے بڑھنے پر غم کیا ہو" ۔

کیا خوب! خواجہ صاحب سورج کے غروب ہونے اور چاند کے گھٹنے بڑھنے پر کسی قسم کا غم نہ کرنے کی تھیوری اس زمانہ میں پیش کرتے ہیں ۔ جب کہ علم کی روشنی نے جہل کے پردہ کو چاک کر دیا ہے ۔ اور عقل کی شمع نے جہالت کی ظلمت کو روشنی سے بدل دیا ہے ۔ خواجہ صاحب کے اس طرز استدلال کا اگر داستان امیر حمزہ یا الف لیلہ کے مصنفین کو علم ہوتا ۔ تو ممکن تھا ۔ کہ وہ کچھ فائدہ اٹھا لیتے ۔ لیکن اب تو اس متاع بے بہا سے مستفید ہونے کی ہوا رکھنے والا کوئی نظر نہیں آتا ۔

خواجہ صاحب کے پیش نظر بات تو یہ ہے ۔ کہ انسان جو غم کرتے ہیں ۔ وہ دراصل کوئی چیز نہیں ہے ۔ مگر تشریح کرتے وقت آپ نے مثال دی ہے ۔ تو چاند اور سورج کی ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ زمانہ حال کے صوفیوں کی حالت مراقبہ لاحق ہونے کی وجہ سے جناب خواجہ صاحب کو یہ یاد نہیں رہا ۔ کہ نہ تو سورج پر غروب اور طلوع کا کوئی اثر ہوتا ہے ۔ اور نہ چاند پر کوئی تبدیلی واقعہ ہوتی ہے ۔ کیونکہ اہل علم و نظر اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں ۔ کہ سورج اپنی جگہ پر قائم ہے نہ وہ کہیں سے نکلتا ہے ۔ اور نہ کہیں غائب ہوتا ہے ۔ اور چاند بھی ایک ہی جسامت رکھتا ہے ۔ نہ کبھی گھٹتا ہے ۔ اور نہ کبھی بڑھتا ہے ۔ پس جبکہ حالت یہ ہے ۔ تو چاند اور سورج کو کیا ضرورت پڑی ہے ۔ کہ ان تغیرات کی وجہ سے جو صرف بعض ظاہر بین آنکھوں کو نظر آتے اور علم سے معرا داغوں کو حقیقت پر مبنی معلوم ہوتے ہیں ۔ صف ماتم بچھائیں ۔ اور غم و الم کا اظہار کریں ۔ ہاں اگر خواجہ صاحب یہ کہدیں ۔ ۔ ہمیں حقیقت سے کیا ہے ۔ ہم تو ظاہر بین ہیں ۔ ہر روز دیکھتے ہیں ۔ سورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے ۔ اور مغرب میں غروب ہو جاتا ہے ۔ ہر رات ملاحظہ کرتے ہیں ۔ چاند گھٹتا بڑھتا اور چھپ جاتا ہے ۔ پھر ہم کیوں نہ کہیں ۔ کہ جب آفتاب و ماہتاب ان تغیرات سے غم و الم محسوس کرتے دکھائی نہیں دیتے ۔ تو انسان اپنے اوپر وارد ہونے والی تبدیلیوں سے کیوں غم محسوس کرتا ہے ۔ اگر خواجہ صاحب کی نظر باوجود "مصور فطرت" کہلانے کے ظاہر پر ہی جمتی ہے تو انہیں مہربانی کر کے سورج پر اس وقت نظر کرنی چاہیئے ۔ جب کہ وہ غروب ہوتا نظر آ رہا ہو ۔ اور اس کے رنگ باختہ اور زرد چہرہ سے غم و الم اور رنج و ملال کے نقوش پڑھ لینے چاہئیں ۔ ہماری طرف سے سخت ناقدر شناسی ہوگی ۔ اگر ہم نے خواجہ صاحب کی اس حقیقت نوازی پر توجہ نہ کی ۔ جو انہوں نے چاند اور سورج کی مثال پر خود ہی ایک اعتراض پیدا کر کے آشکارا کی ہے ۔ آپ لکھتے ہیں "اگر کہو ان کی زبان نہیں ہے ۔ تو جانوروں کو دیکھو ۔ جو اپنے غصہ اور اپنی خوشی کو ظاہر کرنے پر قادر ہیں ۔ ان کے افراد میں جب یہ تغیرات ہوتے ہیں ۔ تو وہ کبھی غم نہیں کرتے"۔ اول تو خواجہ صاحب کا جانوروں کو غمزدہ نہ پانے سے ضروری نہیں ۔ ۔ کہ انہیں غم محسوس ہی نہ ہو لیکن یہ بھی ان کا تجاہل عارفانہ ہے ۔ دنیا میں بیسیوں مثالیں ایسی مل سکتی ہیں ۔ کہ وہ جانور جنکا آپس میں پیار اور محبت ہوتی ہے ایک دوسرے کی جدائی سے غم و اندوہ سے جان تک دے دیتے ہیں ۔ اگر کسی جانور کا بچہ مر جائے ۔ یا اٹھا کر کوئی لے جائے ۔ تو ہفتوں غمگین اور اُداس رہتے ہیں ۔ اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچے ۔ تو اس کے دور ہونے تک غمناک نظر آتے ہیں ۔ کھاتے کم ہیں ۔ آزردہ رہتے ہیں ۔

ان واقعات کے ہوتے ہوئے کسطرح کہا جا سکتا ہے ۔ "کہ دنیا میں پہلے غم و الم کا نام و نشان نہ تھا ۔ آدمی نے اس کو ایجاد کیا"۔ اگر یہ صرف آدمی کی ایجاد ہوتی ۔ تو چاہیئے تھا ۔ کہ دوسری مخلوق اس سے محفوظ رہتی ۔ لیکن ناممکن ہے ۔

کہ کوئی جاندار اس عالم فانی میں رہتا ہوا اس کے اثر سے مامون رہ سکے۔ اور اصل بات تو یہ ہے۔ کہ اگر غم نہ ہو۔ تو دنیا کا کچھ بھی نہ ہوتا۔ ایک ماں اپنے بچے کی کیوں پرورش کرتی ہے۔ اس لئے کہ اس کے دکھ اٹھانے سے اسے غم ہوتا ہے۔ ایک باپ اپنے بیٹے کی کیوں تربیت کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے بغیر تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے اسے غم ہوتا ہے ایک باپ اپنے بیٹے کی کیوں تربیت کرتا ہے۔ اس لئے کہ اسکے غیر تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے اسے غم ہوتا ہے ایک خاوند کیوں اپنی بیوی کے لئے جان دیتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی تکلیف سے اسے غم پہونچتا ہے۔ ایک بیوی کیوں اپنے خاوند کا دکھ دیکھ کر بیتاب ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ اس کے بغیر اسے غم ہوتا ہے۔ ایک بھائی اپنے بھائی کیلئے کیوں سر کٹاتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی مصیبت سے اسے غم ہوتا ہے۔ ایک لڑکا کیوں اپنے ماں باپ کی خدمت اور تواضع کرتا ہے۔ اس لئے کہ ان کے تکلیف اٹھانے سے اسے غم ہوتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو۔ تو کوئی ماں اپنے بچے کی۔ کوئی باپ اپنے لڑکے کی۔ کوئی خاوند اپنی بیوی کی۔ کوئی بیوی اپنے خاوند کی۔ کوئی بھائی اپنے بھائی کی۔ کوئی لڑکا اپنے ماں باپ کی ذرا بھر بھی پروا نہ کرے۔ پھر دیکھئے ایک مزدور ایک نوکر۔ ایک مالدار۔ ایک تاجر ایک سوداگر کیوں اپنی آمدنی سے کچھ نہ کچھ بچاتا اور جمع کرتا ہے۔ صرف اس لئے کہ کل مجھے یا میری اولاد کو غم و اندوہ کا شکار نہ ہونا پڑے۔ لیکن اگر اسے غم کے ہونے کا خطرہ ہی نہ ہو۔ تو کبھی ایک کوڑی بھی وہ پس انداز نہ کرے۔ پھر دیکھئے۔ ایک کاریگر ایک صناع ایک پیشہ ور کیوں اپنا کاروبار کرتا ہے۔ صرف اس لئے کہ میں اور میرے بال بچے فاقہ مستی کے غم میں گرفتار نہ ہوں۔ لیکن اگر اسے غم کے وجود سے ہی انکار ہو۔ تو کبھی وہ ہاتھ بھی نہ ہلائے۔ اب غور کرنے کی بات ہے۔ کہ اگر دنیا پر کوئی ایسا وقت آ جائے۔ جب کہ تمام لوگ خواجہ حسن نظامی صاحب کے خیالات کے پیدا ہو جائیں۔ تو کیا ایک دوسرے کے تعلقات بالکل منقطع نہ ہو جائیں گے۔ اور کیا کل کی فکر کا خیال آج کے کام کرنے والوں کے دور اندیش قلوب سے کافور نہ ہو جائیگا۔ عالم تصور و خیال میں تو ایسا ہونیکا امکان ہے مگر واقعہ میں کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ کیونکہ غم و فکر موجود ہے اور جبتک دنیا

تک موجود رہیگا۔ لیکن اگر حقیقت یہ ہو۔ کہ غم سرے سے کوئی چیز ہی نہ ہو۔ تو پھر خدا کے ان برگزیدہ بندوں کی نسبت کیا خیال کیا جائیگا۔ جو غم کے احساس کا کھلے طور پر اقرار کرتے رہے ہیں۔ دیکھئے حضرت یعقوب علیہ السلام خدا تعالےٰ کے ایک نبی تھے۔ وہ اپنے بیٹے حضرت یوسف ؑ کی جدائی کے صدمہ میں کہتے ہیں۔ یا اسفیٰ علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن (۱۲-۸۴) (اس نے کہا۔ ہائے افسوس یوسف پر اور اس کی آنکھیں اس کے غم سے ڈبڈبا آئیں) پھر فرماتے ہیں۔ انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ۔ سوائے اس کے نہیں۔ کہ میں اپنی بے قراری اور غم کی شکایت اللہ کے حضور کرتا ہوں ؛

اگر غم کوئی چیز نہ ہوتا۔ اسکا کرنا درست نہ ہوتا۔ تو وہ کیوں کرتے۔ معلوم ہوا۔ کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ یہ تو حضرت یعقوب کے متعلق ہوا۔ اب خدا تعالےٰ کے اس برگزیدہ اور اکمل انسان کی طرف دیکھئے۔ جس کی شان کا ابتدائے دنیا سے کوئی ہوا۔ اور نہ ہوگا۔ کہ اس نے بھی کبھی غم کیا۔ یا نہیں۔ کہتے ہیں۔ جسقدر کسی کا درجہ بلند ہوتا ہے۔ اسی قدر اسے زیادہ غم اور فکر ہوتا ہے۔ اور یہ بات بالکل ٹھیک اور درست بھی معلوم ہوتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا درجہ چونکہ تمام بنی نوع سے اعلےٰ و ارفع تھا۔ اس لئے آپ کو جو غم تھا۔ وہ بھی ایسا ہی تھا۔ کہ جس کے مقابلہ میں اور کسی کو ہو ہی نہیں سکتا چنانچہ خدا تعالےٰ بھی آپ کی نسبت فرماتا ہے۔ لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مؤمنین "کیا تم اپنی جان کو اس غم میں ہلاک کر دوگے۔ کہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے" یہ تو آپ کو وہ غم تھا۔ جو دنیا کی بھلائی اور بہتری سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن آپ اپنے ذاتی واقعات پر بھی غمگین ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر فرمایا۔ انا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون "اے ابراہیم میں تیری جدائی میں غمناک ہوں۔ کیا مادر گیتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی انسان پیدا کر سکتی ہے۔ اور کیا چشم فلک آپ سے بڑھ کر فطرت صحیحہ رکھنے والا انسان دیکھ سکتی ہے ؟ ہرگز نہیں۔ پھر جب آپ غم محسوس کرتے اور اس سے اثر پذیر ہوتے ہیں۔ تو اور

کون ہے۔ جو اس کے وجود سے ہی انکار کرے۔ ہاں جس طرح دوسری فطرتی طاقتوں کا ناجائز استعمال برا اور نقصان دہ ہوتا ہے۔ اسی طرح غم کا بے جا استعمال بھی برا ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ؛

کاش خواجہ صاحب حقیقی غم سے آشنا ہوتے ؛

(بلانوی)

بقیہ مضمون از صفحہ نمبر ۶

بقیہ مضمون از صفحہ نمبر ۶

اور مولوی محمد علی صاحب دونوں کے بیان کو جھوٹا ٹھہراتا ہے۔ اس لئے اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ جب آپ خلافت کے مؤید تھے۔ تو بالضرور مسئلہ نبوت میں بھی حضرت خلیفہ ثانی کے ساتھ تھے ؛

غرض بہر نہج کوئی پیغامی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ اس سے قبل جناب مولوی صاحب بڑے زور سے ان عقائد کی تائید کر چکے ہیں۔ جن کے خلاف پر آپکے نئے رسالہ "القول الممجد" کی بنیاد ہے ؛

علاوہ اس کے اقرار نبوت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جناب مولوی صاحب کی اور بھی بہت سی تحریریں اور تقریریں موجود ہیں۔ جو نہایت وضاحت کے ساتھ ایڈیٹر پیغام کو جھوٹا ثابت کر رہی ہیں۔ جنھیں عند الضرورت انشاء اللہ تعالےٰ یکجا کر کے شائع کر دیا جائیگا۔ سردست ہم صرف ایک حوالہ پیش کرتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسئلہ نبوت کے متعلق اس سے قبل آپ کا کیا عقیدہ تھا۔ اور وہ یہ ہے۔

"مخدومی سید محمد احسن صاحب نے جمعہ کے خطبہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر پڑھا۔ اور فرمایا۔ کہ اس سے پہلے جو الذین یبلغون رسالات اللہ وارد ہوا ہے۔ اس میں یبلغون سے جو استقبال کو بھی شامل ہے۔ یہ امر ظاہر ہے۔ کہ وحی و الہام کا سلسلہ خاتم النبیین کے بعد بھی جاری رہیگا۔ اور ابلغکم رسالت ربی کی بہت سی مثالیں دیکر بیان فرمایا۔ کہ تبلیغ رسالت رسل کے لئے مخصوص ہے پس آنحضرت صلعم کے بعد کسی رسول کا آنا ان کے

ختم نبوت کے منافی نہیں۔ کیونکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ تمام کمالات و مراتب نبوّت اس ذات مبارک پر ختم ہو گئے۔ اب کوئی درجہ باقی نہیں جو کسی اور کو دیا جائیگا۔ اور ان کو نہیں دیا گیا۔ مشکوٰۃ میں بھی ایک حدیث ہے۔ کہ ثم تکون الخلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ جس میں صاف اشارہ ہے کہ خلیفہ آخری نبی ہوگا۔ پھر اس کے بعد سکوت فرمایا۔ آپ نے لقد جاءکم یوسف من قبل بالبینات فما زلتم فی شک مما جاءکم به حتی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا پڑھ کر یہ سمجھایا۔ کہ اس میں پیشگوئی تھی۔ کہ امت محمدیہ بھی ایک وقت ایسا ہی کہیگی۔ کہ اب کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا۔ حالانکہ حق بات وہی ہے جو حضرت عائشہ کا مذہب ہے۔ کہ قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ (یہ تو کہو۔ کہ وہ خاتم النبیین ہے۔ مگر اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ اس کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ ہوگا۔) پھر فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ جب اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے صدیق شہید اور صالح ہو جاتا تو سب جانتے ہیں۔ مگر نبی ہونا کیوں ناممکن جانتے ہیں۔ حالانکہ من النبیین اسی آیت میں مذکور ہے"۔ (بدر جلد ۷ نمبر ۹ بابت ۱۳ فروری ۱۹۰۸ء)

ایڈیٹر پیغام نے پیغام کے تازہ پرچوں میں حضرت اقدس کے ایک الہامی شعر کا بار بار ذکر کیا ہے۔ جو جناب مولوی محمد احسن صاحب کے متعلق ہے۔ اور جو الہام اصلہ ثابت وفرعہ فی السماء سے بڑھ کر کچھ ثابت نہیں کرتا بلکہ اس کے مقابلہ میں اس کا ذکر کرنا ہی جائے شرم ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر کر کے ہم ایڈیٹر مذکور سے پوچھتے ہیں کہ آیا اس الہام کا تعلق جناب مولوی صاحب کے ساتھ مسائل رواں ہی میں ہوا ہے۔ یا یہ پہلے سے ہی آپ کے متعلق ہے۔ اگر یہ پہلے ہی سے آپ کے متعلق ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اس سے پہلے کبھی تمہیں یہ الہام یاد نہیں آیا تھا۔ بلکہ اس کی بجائے تمہیں آپ کے متعلق یہ الہام بار بار یاد آتا تھا۔ کہ سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا۔ سب مولوی ننگے ہو جائیں گے۔ حالانکہ اس موخر الذکر الہام میں آپ کا نام وغیرہ مذکور نہیں ہے جب تم اس سے پہلے آپ پر اسی مؤخر الذکر الہام کو چسپاں کر چکے ہو۔ تو اب تمہارا اس پہلے الہام کو ذکر کرنا سراسر وقاحت و نفاق پر مبنی نہیں۔ تو اور کیا ہے۔

کیا مولوی محمد احسن صاحب پیغامیوں کے ساتھ ہیں؟

پیغام مورخہ ۲۲۔ اگست میں مولانا موصوف کی نسبت یہ الفاظ چھپے ہیں۔ "خدا تعالیٰ نے ہمارے ساتھ نزول ملائکہ کے ثبوت میں دشمن پر اتمام حجت کے لئے یہ ایک فرشتہ متمثل کر کے بھیجا ہے" جس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ مولانا مولوی محمد احسن صاحب امروہی کا انھوں نے اپنے ساتھ ہونا ظاہر کیا ہے۔ اور جماعت مبائعین کا دشمن ہونا لکھا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چونکہ پیغام مولانا صاحب کے پاس جاتا ہے۔ جیسا کہ ان کے اس خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو حال ہی میں پیغام میں چھپا ہے۔ اس لئے کیا مولانا موصوف مندرجہ بالا الفاظ کے متعلق اپنی رائے ظاہر فرما دیں گے؟

اس ہم اہل پیغام سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ انکے لئے مولانا موصوف کب سے فرشتہ بنے ہیں۔ ہمارے ناظرین سخت حیران ہیں۔ ۔ کہ اب اہل پیغام کس منہ سے آپ کے متعلق یہ کہتے ہیں۔ جبکہ آپ کی نسبت پیشتر ازیں ایسے الفاظ لکھ چکے ہیں۔ جنکا ذکر آج ہی کے لیڈر میں کیا گیا۔

"مسافر آگرہ" کو خیال رہے

اخبار "مسافر آگرہ" نے جو آریوں کا ایک منہ پھٹ اور دریدہ دہن اخبار ہے۔ اپنے تازہ پرچہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بہت کچھ غلط فہمی پھیلانی چاہی ہے۔ اسے یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہم انشاء اللہ بہت جلدی اس کی ایسی تسلی کر دیں گے۔ کہ تمام عمر یاد رکھیگا۔ فی الحال چونکہ پرچوں میں بعض ضروری مضامین کی وجہ سے اس کے متعلق کچھ لکھنے کی گنجائش نہیں۔ اس سے وہ یہ نہ سمجھے کہ ہم نے اس کے متعلق خاموشی اختیار کر لی ہے۔